OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com/

Al-Nasr Volume 2, Issue 2 (July-September 2023)

شرعی سزائیں: منٹگمری واٹ اور رابرٹ اسپنسر کی آرا کا تقابلی جائزہ

Hudud Punishments: A Comparative Study of Montgomery Watt and Robert Spencer's Views

Dr. Tariq Aziz
Assistant Professor, Govt. Graduate College, Bhalwal, Sargodha
Aftab Khaton
MPhil. lecturer in Islamic History, Shah Abdul Latif University
Prof. Dr. Muhammad Shahbaz Manj
Chairman, Department of and Islamic Studies, University of Education, Lahore

Abstract

Islam is a complete code of life that encompasses faith, culture, law and the social order. It proposes a society of righteousness and justice. Criminal behavior is not tolerated in the Islamic order of society. This type of behavior is breach of God's sovereignty, hence stiffer penalties are prescribed. This paper examines opinions of two western scholars found in their Quran commentaries about hudud punishments in Islamic penal system. The writers apply historiography, comparing and content analyzing methodologies in this study. The findings suggest that both orientalists thinking and approaches have shown a debatable point of view and biased judgment in evaluating Islamic legal system.

Key Words: Watt, Spencer,Quran, Orientalists, Hudud

تعارف

مستشرقین ہر ذریعے اور ہر اسلوب میں اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں ان ذرائع میں ایک اہم ذریعہ اسلامی شریعت کے نفاذ اور عام شکل میں اس کی صلاحیت اور خاص شکل میں اس کی حدود کے قیام کے شبہات کو اچھالنا ہے

CC BY

وہ دعوی کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت جس کے احکام چودہ صدیوں سے زائد عرصہ قبل نازل ہوئے اس کا نفاذ انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور اس کی شخصی آزادیوں پر زیادتی ہے۔ مستشرقین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت جامد ہے اور ترقی یافتہ نہیں ہے اور اب ترقی یافتہ انسان کے مفادات کی خاطر اس میں ترمیم یا تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

اس موضوع پر مستشرقین کی طرف سے لگائے گئے اعتراضات کو کئی فاضل مصنفین نے اپنی تحقیقی تالیفات میں رد کیا ہے۔ جہاں تک Companion to the Quran(منٹگمری واٹ)اور Blogging the Quran(رابرٹ سپنسر) میں پیش آمدہ اس موضوع پر آرا کا تعلق ہے تو ابھی تک کسی تحقیقی مضمون یا مقالے میں اس پر کام نہیں ہوا ہے۔ منیر احمد رسولپوری کا مضمون " قیام امن میں حدود و تعزیرات کی افادیت و معنویت: تجزیاتی مطالعہ "ابحاث مجلہ تحقیق میں شامل ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے مستشرقین کی آرا کا تجزیہ اور رد پیش کیا ہے۔ مزید بر آں سید محمد متین ہاشمی نے بھی "اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ " کے عنوان سے کتاب لکھی ہے جس میں اس موضوع پر کافی تفصیل موجودہ ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر جمیل احمد شہزاد اور عابدہ حسن کا تحقیقی مضمون "سابقہ شرائع اور اسلام میں حدود، قصاص اور تعزیرات کا ایک علمی جائزہ،"مجلہ العرفان میں شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے یہ ایک نیا اور منفرد تحقیقی کام ہو گا کہ اس میں دونوں مستشرقین کیا سلامی حدود پر قرآنی تعلیمات کے بارے میں آراء کا تقابل اور تجزیہ مستند اسلامی ذرائع سے کیا گیا ہے۔

منہج تحقیق

یہ ایک بیانیہ تحقیق ہے جس میں مواد کا انتخاب، تجزیہ اور تقابل کیا گیا ہے۔ زیر تحقیق موضوع پر دونوں تفسیری حواشی میں مشترک اور غیر مشترک پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لیے بیانیہ اور تقابلی طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس موضوع کے لیے بنیادی مواد اور نمونہ تحقیق منٹگمری واٹ اور رابرٹ اسپنسر کی قرآن کمنٹریز ہیں۔ مقصد تحقیق کے لیے دونوں انگریزی قرآن کمنٹریز کا مکمل جائزہ لیا گیا ہے۔ اور زیر تحقیق موضوع کے بارے میں دونوں اسکالرز کی آراء کا تنقیدی و تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

آراء

رابرٹ سپنسر اور واٹ کہتے ہیں کہ ہمارے دور حاضر میں اسلامی شریعت، نفاذ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ جبکہ دونوں زیرِ بحث مصنفین کے نزدیک اسلامی حدود کے نفاذ میں سنگدلی ہے۔

ولیم منٹگمری واٹ اسلامی حدود کے ماخذ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "Though the taboos were originally matters of pagan religion, many were accepted by Islam."[1]

اگرچہ ممنوع چیزیں اصل میں کافر مذہب کے معاملات تھے، لیکن بہت سی چیزوں کو اسلام نے قبول کیا۔

ولیم منٹگمری واٹ اسلامی سزاؤں کے بارے میں اپنا بغض ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "The commentators note that the Shari'a makes death the penalty for apostasy, adultery and murder."[2]

مفسرین نے نوٹ کیا کہ شریعت ارتداد، بدکاری اور قتل کی سزا موت دیتی ہے۔

ولیم منٹگمری واٹ کی اسلامی حدود کے بارے میں آراء اس کے مندرجہ ذیل جملے سے ہوتی ہے:

"The punishment was inflicted, at least until recently, in some more primitive Muslim countries."[3]

سزا کم از کم حالیہ عرصہ تک کچھ زیادہ قدیم مسلم ممالک میں دی گئی۔

حدود اسلامی پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی ایک اور کتاب میں منٹگمری واٹ لکھتا ہے:

"The idea of going back to the Qur'an and the example of Muhammad means the idealization of a period of little more than twenty years in a region of the world where life was still somewhat primitive and barbaric. Nearly all Westerners whether God-fearing or not, are horrified that Muslims of today can contemplate the amputation of a hand as a punishment for theft or stoning as a punishment for adultery, even if only in a few precisely defined cases."[4]

قرآن مجید اور محمد (ﷺ) کی مثال پر عمل کیے جانے کے خیال کا مطلب دنیا کے ایک ایسے خطے میں جہاں بیس سال سے بھی زیادہ عرصہ قدیم اور وحشیانہ دور تھا کو اپنانا ہے۔ قریب قریب تمام مغرب کے باشندے چاہے پرہیز گار ہوں یا نہیں، گھبرا رہے ہیں کہ آج کے مسلمان چوری کرنے یا سنگسار کرنے کی سزا کے طور پر کسی کے ہاتھ کے کٹنے پر غور کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ صرف کچھ واضح صورتوں میں بھی۔

منٹگمری واٹ اسلامی حدود و تعزیرات کے بارے میں اپنی آراء کا اظہار اپنے ایک انٹریو میں کرتے ہیں کہ "اسلامی تعلیمات کے مطابق اس طرح کی سزائیں اس زمانہ کے لئے موزوں ہو سکتی ہیں جس میں محمد (ﷺ) رہتے ہیں۔ تاہم، چونکہ معاشرے ترقی کر چکے ہیں اور زیادہ پر امن اور منظم بن چکے ہیں اس لیے اب یہ موزوں نہیں ہیں۔"[5] رابرٹ سپنسر اسلامی قانون کے بارے میں لکھتے ہیں :

"Islamic law still requires the testimony of four male witnesses to establish sexual crimes ـ Consequently, it is even today virtually impossible to prove rape in lands that follow the dictates of the Sharia. Even worse, if a woman accuses a man of rape, she may end up incriminating herself. If the required male witnesses can't be found, the victim's charge of rape becomes an admission of adultery."[6]

اسلامی قانون میں اب بھی جنسی جرائم کو قائم کرنے کے لئے چار مرد گواہوں کی گواہی کی ضرورت ہے۔ اس کے نتیجے میں، آج بھی شریعت کے احکامات کی پیروی کرنے والے ممالک میں عصمت دری کو ثابت کرنا عملی طور پر ناممکن ہے۔ اس سے بھی بدتر بات یہ ہے کہ، اگر کوئی عورت کسی مرد پر عصمت دری کا الزام عائد کرتی ہے تو، وہ خود کو مجرم قرار دے سکتی ہے۔ اگر مطلوبہ مرد گواہ نہیں مل سکے تو، زیادتی کا نشانہ بننے والے عورت کا الزام زنا کا اعتراف بن جاتا ہے۔

رابرٹ سپنسر رجم کے بارے میں لکھتے ہیں :

"Lashes for adultery? Then why do some Islamic states sentence adulteresses to be stoned to death? Because of a hadith that says that the Qur'an originally mandated stoning for adulterers, but the passage somehow dropped out."[7]

زنا پر کوڑے؟ پھر کچھ اسلامی ریاستیں زناکاری کرنے والوں کو سنگسار کرنے کی سزا کیوں دیتی ہیں؟ ایک حدیث کی وجہ سے جس میں کہا گیا ہے کہ قرآن نے اصل میں زناکاروں کے لئے سنگسار کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن یہ حکم کسی طرح ختم ہو گیا۔

رابرٹ سپنسر اسلامی سزاؤں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "زمین پر فساد" کا جرم قرآن 33:5 کے مطابق مصلوب کرنے یا مخالف سمت کے پاؤں اور ہاتھوں کے کاٹنے کی سزا ہے۔"[8] رابرٹ سپنسر رجم کی سزا کے بارے میں لکھتے ہیں:

"If a woman is found guilty of adultery, she is to be stoned to death; if she is found guilty of fornication, she gets 100 lashes".[9]

اگر کسی عورت پر زنا کا الزام ثابت ہوا تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔ اگر وہ زناکاری میں ملوث ثابت ہوئی تو اسے سو کوڑے لگتے ہیں۔

منٹگمری واٹ کی آراء کا تحقیقی، تنقیدی و تقابلی جائزہ

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے یہ انتشار اور بدامنی کو ناپسندیدہ قرار دیتا ہے اور قیام امن کے لیے بہت سے اقدامات اٹھاتا ہے یہ انتشار اور بدامنی کی طرف لے جانے والے ہر راستے کو روکتا ہے۔ فتنہ و فساد کو قتل سے بھی بڑا جرم قرار دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے حدود جیسی سزائیں ایسے ہی جرائم کے لیے مقرر کی ہیں جو سب سے زیادہ سنگین ہیں اور جن کی کوکھ سے ایسے جرائم جنم لیتے ہیں جو نہ صرف اداروں بلکہ معاشروں اور ریاست کو عدم استحکام بدامنی اور فتنہ و فساد سے دوچار کر دیتے ہیں اگر ان جرائم پر سخت نوٹس نہ لیا جائے اور بروقت کاروائی نہ کی جائے تو یہ جرائم پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے کر فتنہ و فساد کا ایسا ناسور بن جاتے ہیں جن کی اصلاح ممکن ہی نہیں۔ معاشرے میں افراد کے بنیادی حقوق معطل ہو کر رہ جاتے ہیں کسی بھی انسان کا دین جان مال اور عزت و آبرو تک محفوظ نہیں رہتے۔ کسی کی عزت اچھالنے جیسے جرائم معاشرے میں راہ پا لیتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ بدامنی اور فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے معاشرے اور خود ریاست کا امن تباہ ہو کر رہ جاتا

ہے۔ ان جرائم سے نہ صرف معاشرتی بدامنی پیدا ہوتی ہے بلکہ معاشی بدحالی کے ساتھ ساتھ سیاسی انتشار بھی جنم لیتا ہے۔ امن وامان نام کی کوئی چیز بھی ریاست اور معاشرے میں نظر نہیں آتی۔[10]

پہلا اعتراض: اسلامی شریعت نفاذ کی اہلیت نہیں رکھتی

جہاں تک دونوں مستشرقین کا یہ اعتراض ہے کہ اسلامی شریعت نفاذ کی اہلیت نہیں رکھتی ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ کہ دونوں مستشرقین پر یہ حقیقت پوشیدہ رہی کہ اسلام دین بھی ہے اور دنیا بھی اور اس نے بندے اور رب کے درمیان تعلق جوڑنے کا اہتمام کیا ہے۔ اسلام نے افراد کے درمیان اور اس معاشرے اور امت کے درمیان تعلق جوڑنے کا اہتمام بھی کیا ہے اس بنا پر اسلام جتنے بھی شرعی احکام لایا ہے اس کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم کا تعلق بندے کا اپنے رب کے ساتھ رابطہ سے ہے مثلاً عقیدہ وایمان اور عبادات اور یہ عبادات متعین ہے۔ یہ وقت اور جگہ کے بدلنے سے تبدیل نہیں ہوتیں کہ ان کے احکام مفصل ہیں ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اس قسم پر عبادات کے نام کا اطلاق کیا گیا ہے۔ دوسری قسم اس کا تعلق احکام شرعیہ سے ہے جو بندوں کے باہمی تعلقات سے متعلق ہیں۔ احکام کی یہ نوع ترقی پذیر ہے اور وقت اور جگہ بدلنے سے بدلتی رہتی ہے اور پھر اس کے احکام مشترک اور غیر مفصل ہیں اور ان کی تفصیل ہر دور کے مسلمان حکمران کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ اسلامی مملکت میں مشترکہ مفاد کے تقاضے کے مطابق ان کی تفصیل بیان کرے۔[11] شریعت نے شوریٰ اور عدالت کا اصول مقرر کیا ہے لیکن شوریٰ اور عدالت کے قیام کی کیفیت کی تفصیل بیان نہیں کی تاکہ مصلحت کے موافق اس کا تعین کیا جاسکے اور یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسلامی شریعت کا مقصد لوگوں پر آسانی کرنا ہے تاکہ اللہ کی شریعت ہر دور اور ہر جگہ کے لئے موزوں ہو۔[12]

دوسرا اعتراض: یہ گمان کرنا کہ چوری کی حد سنگدلانہ ہے

دونوں مستشرقین کا اعتراض ہے کہ چوری کی حد کے نفاذ میں سنگدلی ہے اور انسان کی عزت و آبرو کی پامالی اور اس کی بدنامی کا باعث ہے اور اس کے اعضاء کاٹنے کے مترادف ہے اور یہ کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا ہمارے دور کے لئے سازگار نہیں۔ کیوں کہ انسانیت اور تہذیب کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہے۔ اسلام نے مجرم کے لئے صرف سزا ہی کا تصور نہیں دیا کہ جرم کی پاداش میں مجرم کو ایک دفعہ سزا سنا دی جائے بلکہ اسلام کا تصور سزا یہ ہے کہ سزا عبرتناک ہو۔ سزا کے عبرت ناک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ایک عرصے تک مجرم اور دیگر افراد اس سے سبق حاصل کرتے ہیں کہ فلاں فعل بد یا فلاں جرم عظیم کی پاداش میں مجھے یہ سبق آموز اور عبرت انگیز سزا دی گئی تھی۔ لہذا اس کے تصور ہی سے عوام الناس میں خوف و ہراس پیدا ہو جائے اور سزا کی عبرتناکی اور سبق آموزی اپنا کام دکھا جائے۔ اس سلسلے میں پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ فطری تقاضوں کی تکمیل کے جائز طریقوں کے ہوتے ہوئے جو شخص غلط راستہ اختیار کرتا ہے اسلام اس کو عبرت ناک سزا دیتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ جرم کا ارتکاب کر کے اس نے سراسر اپنے ساتھ زیادتی کی ہے بلکہ دیکھنے اور سننے والوں کو بھی اس سے ایسی عبرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اس کے ارتکاب کی جسارت شاذ و نادر ہی کیا کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ کہ چوری کی حد ان حدود میں سے ہے جو کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہیں۔[13] ڈاکٹر سلیمان بن عبد الرحمٰن لکھتے ہیں کہ اس معاشرے کو دیکھو جو رسول کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں تھا اور اس امن کو دیکھو جو اس میں پھیلا ہوا تھا۔ اور اس خوش بختی اور سعادت مندی پر نظر ڈالو جو ان پر سایہ فگن تھی یہ وہ دور تھا جس میں وہ بغیر کسی غفلت کے احکام شریعت کو مکمل طور پر نافذ

کرتے تھے۔[14] سید متین ہاشمی چوری کی سزا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب کسی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ وہ اس فعل شنیع کے ارتکاب سے باز رہے گا یہ اس کی انفرادی اصلاح ہوئی اور اگر کبھی کسی کے دل میں چوری کا داعیہ بھی پیدا ہو گا تو اسے وہ آدمی ضرور یاد آئے گا جسے اس نے کسی وقت اپنے محلے یا بازار میں دست بریدہ دیکھا تھا یہی یاد اور خیال اسے چوری کے ارتکاب سے باز رکھنے کے لیے کافی ہے۔[15] اسلام میں چوری کی حد کے خلاف اٹھائے گئے اعتراضات کا عقل سلیم اور شرح کے ترازو میں صحت کے اعتبار سے کوئی وزن نہیں ہے۔[16]

تیسرا اعتراض: یہ گمان باطل کہ زنا کی حد میں سنگدلی ہے اور شخصی آزادی پر زیادتی ہے

سپنسر یہ دعوی کرتے ہیں کہ زنا کی حد میں سنگدلی ہے اور انسان کی آزادی اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ زنا کی حد کتاب و سنت اور معتمد علماء مسلمین کے اجماع سے ثابت ہے اس بنا پر حد زنا کا قیام شرعی فریضہ ہے اور کوئی فرد کسی حال میں بھی اسے معطل نہیں کر سکتا۔ پھر زنا کی حد کا قانون نافذ کرنے اور اس کے قیام پر مکمل توجہ مبذول کرنے، اللہ کے مومن بندوں کی جماعت کے سامنے اس پر عمل درآمد کرانے اور اس کے متعلق بہت سی آیات نازل کرنے اور اس کے مقدمات اور اسباب اور اس کے قریب جانے سے روکنے میں اسلام کا مقصد یہ ہے کہ ان تمام اقدامات کے ذریعے آبروں اور عزتوں کا تحفظ ہو سکے اور لوگوں کو گناہ میں ملوث ہونے اور خاندان کے شجرہ نسب میں ناجائز طور پر داخل ہونے سے منع کیا جا سکے۔[17] جسمانی، اخلاقی اور معاشرتی بیماریوں اور دیگر خطرات کی وجہ سے ضروری ٹھہرا کہ کر اس کی سزا نہایت سخت ہو کیونکہ زناکاری بے عزتی اور ذلت کا سبب ہے۔ اس کے نتیجے میں ایسی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے جنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ زناکاری کے نتیجے میں انسان کی نسبت اس کے شرعی اور قانونی باپ کی بجائے کسی اور کی طرف ہو جاتی ہے اور معاملہ دوسرے کے حقوق کو غصب کرنے تک جا پہنچتا ہے۔ جس معاشرے میں زناکاری پھیل جاتی ہے اس کے مقدر میں زوال حتمی اور عذاب لازمی ہوتا ہے اور اس کے حق میں تنگدستی کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ جبلت انسان کو التقائے جنسی (انٹر کورس) کی طرف دھکیلتی ہے اس لیے جب تک ایسے شخص کیلئے دھمکانے والی سزا مقرر نہ کی جائے جو جنسی تسکین کے لئے غیر مشروع راستہ پسند کرتا ہے تو یہ خرابی پھیل جائے گی۔[18] کوڑوں کی سزا پر رابرٹ سپنسر کے اعتراض میں عرض ہے کہ دانشمند شارع کی عدالت نے شادی شدہ زانی اور غیر شادی شدہ زانی کے درمیان فرق کیا ہے کیونکہ شادی شدہ زانی ہونے کی حالت میں عقل اور فکر صحیح اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس پر پوری سزا نافذ کی جائے پوری سزا یہ ہے کہ اس کی جان ختم کر دی جائے لیکن قبل اس کے کہ اس پر عملدرآمد ہو اس کے نفاذ کی شرطیں پوری کرنا واجب ہے۔ اسلام نے اس جرم کے ثابت کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور اسے ثابت کرنے کے لیے ایسی شرطیں مشروع کی ہیں کہ ان کا پورا ہونا تقریباً محال معلوم ہوتا ہے۔ اور ان شرطوں نے اس حد کے نفاذ کو اس قدر مشکل بنا دیا ہے کہ پوری تاریخ اسلام میں انتہائی نادر حد تک کسی پر یہ سزا نافذ ہو سکی ہے۔[19]

چنانچہ اس طرح کے شخص کی سزا میں دانا شارع نے تخفیف کر دی ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک بالاجماع اس کی سزا کوڑے مارنا اور سال بھر جلاوطن کرنا ہے۔ یہ سزا عقلی اعتبار سے عادلانہ ہے اور اس کے حال کے موافق نرم ہے اور ماحول کے متناسب ہے اور اسے اس طرح کے جرم کے ارتکاب کی طرف دوبارہ لوٹنے سے روکنے کے لیے کافی ہے اور دوسروں کو اس گندے جوہڑ میں غوطے خوری سے روکنے میں کارگر ہے۔ اسلامی شریعت میں زناکاری کی سزائیں بلا سوچے سمجھے نافذ نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ بے موقع ذبح کرنے کے لئے مقرر ہوئی ہیں۔ بلکہ یہ انسان کی تکوین کی صحیح فہم اور اس کی اقلیت اور اس کے جبلی رجحانات اور

جذبات کا باریک بینی سے اندازہ کرنے کے بعد مقرر ہوتی ہیں اور یہ فرد اور جماعت کے تحفظ کے لیے قائم کی گئی ہیں۔[20] مولانا گوہر رحمان لکھتے ہیں کہ زناکاری سے پیدا ہونے والے بچے بھی معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں تعلیم و تربیت کے ناقص رہ جانے کی وجہ سے وہ جرائم پیشہ اور بد اخلاق بن جاتے ہیں۔[21] اس بارے میں سید متین ہاشمی لکھتے ہیں کہ زناکاری سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے والد کی تعلیم و تربیت سے محروم ہو جانے کے باعث وہ معاشرے کا مفید جزو نہیں بن پاتا اور اس طرح کی بری عادتوں میں مبتلا ہو کر معاشرے کے دوسرے افراد کے اخلاق کو تباہ کرنے والا بن جاتا ہے۔[22]

چوتھا اعتراض: حد قذف

رابرٹ سپنسر کا کہنا ہے کہ قذف (تہمت) کی حد میں کوڑے مارنا سخت سزا ہے اور یہ موجودہ تمدن کے مناسب نہیں اور اس کے نفاذ میں انسان کی شرافت اور اس کے حقوق کی بے حرمتی ہے۔ جس طرح اسلام نے زنا کو حرام ٹھہرایا ہے اور اس کے مرتکب پر سزا واجب کی ہے اسی طرح اس نے زنا کی تہمت کو بھی حرام ٹھہرایا ہے اور اس نے اس شخص پر جو کسی پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے حد قذف واجب کی ہے اور وہ ہے اسی کوڑے مارنا اور اس کی شہادت قبول نہ کرنا الا یہ کہ وہ سچی طرح توبہ تائب ہو جائے۔ اس شریعت کا مقصد یہ ہے کہ اخلاق و ناموس کو کھوٹی زبانوں اور جھوٹے بہتانات کے داغوں سے محفوظ رکھا جائے۔ اور کوئی شخص بغیر کسی قطعی دلیل کے دوسرے شخص پر تہمت تھوکنے کی جرات نہ کرے ورنہ اس کی خبر کو جھوٹی بات سمجھ کر اسے سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں یہ جرم خاندان کے درمیان عداوت اور بغض کا موجب ہو گا اور لوگوں کے دلوں میں بغض اور کینہ جنم دے گا اور بسا اوقات بے گناہ جانوں کے قتل کا ذریعہ بن جائے گا اور پھر نوبت انتقام تک پہنچ جائے گی۔[23] اسلامی شریعت میں اس مقصد (بد) کی روک تھام کے لیے قذف (تہمت) کی سزا مقرر کی گئی ہے چونکہ بہتان طراز شخص مقذوف انسان کو نفسیاتی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے اس لیے اس کا بدلہ کوڑوں کی صورت میں تجویز کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کو بدنی اور نفسیاتی دکھ پہنچے اور یہ سزا ضمیر اور بدن پر یکساں طور پر گہرا اثر رکھتی ہے کیونکہ نفسیاتی تکلیف دراصل بدنی تکلیف کے کچھ حصے پر مشتمل ہے اور تہمت یا بہتان طراز شخص اپنی تہمت کی آڑ میں مقذوف شخص کی تحقیر کا قصد کرتا ہے۔ اس لیے اس کی سزا بھی یہی ہے کہ اسے پوری جماعت میں بے توقیر کیا جائے اور یہ بے توقیری اس کو ملنے والی سزا کا کچھ حصہ بن جائے چناچہ اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور اس کی شہادت کبھی قبول نہ کی جائے گی اور اس کو ابدی نشان لگا دیا جائے گا کہ وہ فاسقوں میں سے ہے الا یہ کہ وہ سچی توبہ کرے اور اپنا حال درست کر لے۔ قذف کی حد میں سنگدلی نہیں بلکہ اس میں رحمت اور عدل ہے بلاشبہ قذف کی حد ہی وہ محافظ ہے جو لوگوں کی حرمتوں کی حفاظت کرتا ہے۔[24] سزائے محاربہ پر رابرٹ سپنسر کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایک جرم وہ ہے جس سے معاشرہ اور حکومت بیک وقت متاثر ہوتے ہیں اور حاکم اور محکوم کو اس سے یکساں اذیت اٹھانا پڑتی ہے۔ اپنے نتائج و عواقب کے اعتبار سے یہ نہایت قبیح اور گھناؤنا جرم ہے اس سے پیدا ہونے والا فساد پوری ریاست کو خراب کرتا ہے۔ اس فتنے کی سرکوبی کے لیے شریعت اسلامیہ نے محاربہ کی سزا رکھی ہے جو امن عامہ کو برباد کرنے والے کا بہترین علاج ہے۔[25] اسلام ایک انسانی دین ہے جس نے معاشرتی امن برباد کرنے والوں کے لیے سزائیں مقرر کی ہیں اسلام نے محاربہ کی سزا ان کے لئے رکھی ہے جو دوسروں پر ظلم کرتے، قوت کا ناجائز استعمال کرتے اور نظم اجتماعی سے بغاوت کرتے ہیں۔ محاربین کی اذیت سے بڑھ کر معاشرہ کے لئے اور کوئی اذیت نہیں ہے وہ حاکم و محکوم ہر دو کے لیے شر کا

باعث ہیں جو امن عامہ کو برباد کرتے اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں یہ ربانی حدود کے مستحق ہیں۔ اور یہ سزا ان کے جرم کے بالکل مناسب ہے۔[26]

پانچواں اعتراض: ارتداد کی سزا میں سختی

رابرٹ سپنسر لکھتا ہے کہ ارتداد کی حد میں سختی ہے اور انسان کے دینی حقوق کی خلاف ورزی بھی ہے کیونکہ انسان اپنے دین کے معاملے میں آزاد ہے کہ وہ جس دین کو چاہے اختیار کرے اور جب چاہے اسے بدل لے۔ حقیقت میں ارتداد کا جرم ان جرائم میں شمار کیا جاتا ہے جو اسلامی مملکت کے امن پر خطرناک اثر ڈالتے ہیں۔ بھیانک کردار کا اندازہ لگانا اس وقت ہی ممکن ہے جب ہم اسلامی ثقافت کی ہمہ گیری حیثیت پر نظر رکھنے والی آنکھ سے دیکھیں گے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہونے والے مسلمان کا معاملہ اقلیتوں سے مختلف ہو گا۔ اگر کوئی مسلمان احکام اسلام کا پابند ہونے اور اس کے عقیدہ پر ایمان لانے کے بعد اگر اس سے پلٹتا ہے تو وہ گویا ارتداد کے فتنے کا مرتکب ہو کر مملکت سے بغاوت کرتا ہے جو موجب سزا ہے اس لیے کہ وفائے عہد سے برگشتگی بہت بڑا جرم ہے اور ملکی قانون سے بغاوت ہے اور یہ امر دورِ جدید کے قانون میں بھی معروف و متعین ہے۔ اکثر ریاستی قوانین میں موت مقرر کی گئی ہے۔ دنیا کے اکثر آئینی و دساتیری قوانین میں ارتداد کی سزا کے نظائر موجود ہیں۔ مرتد کو بھی اسلام نے سزا دینے سے قبل راہ راست کی قبولیت کا موقع پانے کا حق عطا کیا ہے۔ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں کہ "اگر کوئی مسلمان اسلام سے برگشتہ ہو جائے تو اسے دوبارہ اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت اسے فوراً قتل کر دیا جائے گا، تاہم غور و فکر کی مہلت طلب کرنے پر اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی۔"[27] لیکن دین اسلامی کی تعلیمات کے مطابق مرتد عورت کو رجوع الی الحق کے مرد سے زیادہ مواقع مہیا کیے جائیں گے۔ مرتد ہو جانے والی عورت کو سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا دی جائے گی یا دوبارہ اسلام قبول کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔[28] امام شیبانی لکھتے ہیں "اسی طرح اگر کسی مرتدہ کو حاکم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ اپنے ارتداد کا انکار کرتے ہوئے کہے کہ میں اس کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں تو یہ اس کی توبہ تصور کی جائے گی (اور اسے سزا نہیں ہو گی)۔"[29] جب ہم اسلام کا تعزیراتی نظام ان مفادات کی حفاظت کا ارادہ کرتا ہے جن کی حفاظت واجب ہے۔ چنانچہ جو کوئی انسان کسی بھی مفاد کو پامال کرے گا وہ اسلامی نظام کے مقرر کردہ سزا کا سامنا کرے گا۔[30] ارتداد کی سزا کے معاملے میں اسلام کے اصول سے واضح ہوتا ہے کہ وہ آزادی پر پابندی کے اصول پر نہیں چلتا وہ تو صرف ان مکاروں کے مکر و فریب پر کاری ضرب لگاتا ہے جن کا کام زمین میں فساد پھیلانا ہے۔

حدود و تعزیرات کے مقاصد

اب ذیل میں اسلامی حدود و تعزیزات کے مقاصد کو ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے مقاصد کو سمجھا جا سکے جس سے دونوں مستشرقین کے اعتراضات کا رد ممکن ہو سکے۔ اول، حدود و تعزیرات کے مقاصد میں ایک بڑا مقصد امن عامہ کا قیام ہے اسلام ایک پر امن معاشرے کا قیام چاہتا ہے اور اس کے لیے قانون بھی بناتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب جرم اور سزا میں توازن ہو گا مجرم کو سر عام سزا دی جائے گی تو امن عامہ کا قیام آپ سے آپ ممکن ہو جائے گا ہر معاشرے میں امن و آشتی کا دور دورہ ہو گا۔ ڈاکٹر متین ہاشمی لکھتے ہیں کہ آج چوری نے شریف شہریوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں افراد آج اس کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں لیکن جب حدود کا نفاذ کر دیا جاتا ہے تو امن و امان قائم ہو جاتا ہے۔[31] جسٹس تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں

کہ قرآن و سنت نے جن سزاؤں کو مقرر فرمایا ہے ان سے بندوں کی یہی مصلحت مقصود ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیل سکے اور امن کا قیام ہو سکے کیونکہ اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں فرماتا۔[32] دوم، حدود و تعزیرات کے مقاصد میں دوسرا اہم مقصد انسداد جرائم ہے۔ کیونکہ اگر معاشرے سے جرم ختم کر دیا جائے تو ایسا معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ انسداد جرائم کے لیے ضروری ہے کہ جرم و سزا میں توازن ہو متوازن سزا ملنے کے بعد مجرم کبھی بھی دوبارہ اس قابل مواخذہ جرم کا ارتکاب نہیں کرتا۔ جبکہ غیر اسلامی قوانین میں جرم و سزا کے مابین بہت فرق پایا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جرم بہت بڑا اور سزا بہت چھوٹی ہوتی ہے اور مجرم سزا پانے کے بعد جرم سے تائب ہونے کے بجائے پہلے سے بڑا مجرم بن جاتا ہے۔ اسلام کے نظام حدود و تعزیرات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ معاشرہ ہمہ قسم کے جرائم سے پاک اور پر امن ہو جاتا ہے۔ جسٹس تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں کہ شریعت نے جرم سے باز رکھنے کے لیے سزا کا طریقہ مقرر فرمایا ہے سزا ایک طرف مجرم کو ظلم سے باز رکھنے کا باعث بنتی ہے تو دوسری جانب غیر مجرم کے حق میں تنبیہ کا باعث ہوتی ہے۔ جو جرم کے بار بار اور مزید واقعہ کو روک دیتی ہے۔[33] جرائم کے سدباب کے لیے ایک تو عمومی تدابیر ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں جرائم کی نفرت اور بھلائیوں کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے۔ دوسری وہ خصوصی تدابیر ہیں جن کا تعلق خاص جرائم کے انسداد سے ہے۔ جرائم کی انسدادی تدابیر میں حدود و تعزیرات کا موثر نفاذ شامل ہے۔[34] ایسے اسلامی معاشرے میں جرائم کا صدور شاذونادر ہوتا ہے جس میں اسلامی احکام اور حدود قصاص نافذ ہوں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ خلفائے راشدین کے پورے عہد میں چوری کی سزا صرف چھ دفعہ نافذ کی گئی۔ سوم، حدود و تعزیرات کا ایک بہت بڑا مقصد مجرم کی اصلاح بھی ہے۔ اسلام میں اکثر سزائیں مجرم کی اصلاح کی غرض سے دی جاتی ہیں اگر یہ مقصد مجرم کی توبہ سے پورا ہو جائے تو بعض معاملات میں اسے معافی بھی دی جا سکتی ہے اور اسلامی حدود کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے مجرم میں ندامت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ حد کے نفاذ سے پہلے یا بعد میں توبہ اور اصلاح کی کوشش کرتا ہے جب مجرموں کی اصلاح ہو گی تو جرائم خود بخود ختم ہو جائیں گے اور امن عامہ بحال ہو گا۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اسلام نے انسداد جرائم کی ادھوری اور غیر موثر کوشش نہیں کی بلکہ ایک جامع منصوبہ بنایا ہے جس پر عمل کرنے سے سوسائٹی ان جرائم سے محفوظ رہ سکتی ہے۔"[35] اسلام میں مجرموں کی سزاؤں کا تصور اسلامی تصورِ زندگی کے منصفانہ اور مساویانہ نظام کا لازمی حصہ ہے۔[36] اسلام نے صرف جرم کی سزا ہی نہیں رکھی بلکہ جرائم کو روکنے کے لیے جامع اور مکمل ہدایت دی ہیں اور ایسے قوانین نافذ کیے ہیں جن پر عمل کرنے سے ارتکاب جرم کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص جرم کرے تو وہ سزا کا مستحق کیوں نہیں ہو گا۔[37]

عبرت ناک سزا کا مقصد

سابقہ شرائع میں حدود و قصاص اور تعزیرات کے حوالے سے سخت ترین احکامات تھے، جبکہ اسلام نے اعتدال کی راہ دکھائی ہے اور قصاص میں معافی و دیت کی راہ نکالی ہے جو سابقہ شرائع میں نہیں تھی، اس سے اسلامی تعلیمات کی جامعیت، وسعت نظری، اعتدال پسندی اور ہمہ گیریت واضح ہوتی ہے۔[38] اسلامی سزاؤں پر عام طور پر سخت تنقید کی جاتی ہے تاہم یہ تنقید فریب خیالوں پر مبنی ہے حقیقت میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے کہ کسی مجرم کو سزا دی جانی چاہئے یا نہیں، اس کے مرتکب ہونے والے جرم کی ذمہ داری کی حد پہلے طے کی جاتی ہے۔ سزائیں بے بنیاد طریقے نہ تو عائد کی جاتی ہیں اور نہ ہی ان پر عمل کیا جاتا ہے۔[39] اسلامی تصورِ سزا، انتقامی روش یا بدنیتی پر مبنی رنجش کے احساس پر مبنی نہ ہے بلکہ یہ پاکیزگی اور اخلاقی بلندی کا ایک ذریعہ ہے دینِ اسلم

مجرم کے ذہن میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ اصل جج خدا خد ہے جس سے وہ اپنی غلطیوں کو کبھی چھپا نہیں سکتا۔[40] معاشرے کا امن بحال رکھنے اور بدامنی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ مجرموں کو عبرتناک سزا دی جائے تاکہ آئندہ کسی کو بھی امن عامہ سبوتاژ کرنے کی جرات نہ ہو سکے۔ اسلامی نظام حدود و تعزیرات کی یہ خاصیت ہے کہ ان میں عبرت کا پہلو بدرجہ اتم موجود ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی جرم کے ثبوت پر اجرائے حدود کے نفاذ کا موقع آئے تو اس وقت ایک وسیع میدان میں باقاعدہ اعلان کے بعد عوام الناس کے سامنے مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی جائے تاکہ اس سے دیگر افراد کو عبرت حاصل ہو اور وہ اعمال خبیثہ کے تصور ہی سے گھن کریں جن کی پاداش میں تماشائے اہل کرم بننا پڑتا ہے۔ کھلے عام سزا دینے سے باقی افراد بھی ہوش کے ناخن لے لیتے ہیں اور جن کے قلوب و اذہان غلط خیالات سے پراگندہ ہو رہے ہوتے ہیں وہ خود کو سنبھال لیتے ہیں۔ گویا حدود و تعزیرات میں مجرموں کے لئے تنبیہ اور مومنوں کے لیے عبرت ہے۔ اسلام کے فوجداری نظام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس میں سزاؤں کا نفاذ سرعام کیا جاتا ہے جبکہ دنیا کے باقی نظاموں میں حتی المقدور کوشش کی جاتی ہے کہ سزا کو کسی بند کمرے میں نافذ کیا جائے تاکہ کسی معصوم ذات کو اس مجرم کی سزا سے ذہنی اذیت نہ اٹھانا پڑے حالانکہ اس قسم کی سزاؤں سے جن میں مجرم کی ہیئت اور سزا کی کیفیت کا دوسروں کو علم ہی نہ ہو سکے سزا کا اصل مقصد فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ سید محمد متین ہاشمی لکھتے ہیں کہ قرآن کریم سے خاص طور پر یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ محض سزا دینا ہی مقصود نہیں بلکہ اس کو عبرت کا ذریعہ بنانا بھی مقصود ہے۔ اب بات صاف ہو گئی کہ جزا سے فرد کی اصلاح ہو گی اور اس سزا کی نمائش سے دیگر افراد معاشرہ عبرت پکڑیں گے۔[41] فلسفہ سزا اور شرعی حدود و تعزیرات کی حکمت کے بارے میں شاہ ولی اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "حجتہ البالغہ" میں لکھتے ہیں کہ اگر اس کے لئے عبرت ناک سزا نہ رکھی جائے تو اس جرم کو پھیلنے سے روکا نہیں جا سکتا۔[42] جرائم کو روکنے کے لیے اسلام بہت سے اقدامات کرتا ہے وہ اپنے عقائد، تعلیم و تربیت اور معاشرتی دباؤ کے ذریعے جرائم کو وقوع پذیر ہونے سے روکتا ہے اور اگر پھر بھی کوئی شخص ارتکاب جرم سے باز نہیں آتا تو اسلامی قانون اسے سخت اور عبرتناک سزا دیتا ہے تاکہ خوف سزا سے دوسرے لوگ مجرم نہ بننے پائیں۔[43]

خلاصۂ بحث

اسلام کا مقصد ایک پاکیزہ صالح اور پر امن معاشرے کا قیام ہے ایک ایسا معاشرہ جس میں اخلاقیات، روحانیت اور امن و امان قائم ہو۔ دین اسلام نے افراد معاشرہ کے اخلاق سنوارنے اور انہیں روحانیت سکھلانے اور امن قائم کرنے کے لیے تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ حدود و تعزیرات کی صورت میں ایک ایسا نظام دیا ہے کہ جس کے نتیجے میں وہ معاشرہ وجود میں آتا ہے جو اخلاق حسنہ کے فروغ اور انسداد جرائم کے لیے ایک زرخیز زمین کا کام دیتا ہے۔ نتیجتاً ایک صالح پر سکون اور امن و آشتی سے معمور معاشرہ وجود میں آتا ہے اور نہ صرف معاشرہ بلکہ ریاست کو بھی ہر اعتبار سے امن چین اور استحکام نصیب ہوتا ہے۔ اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دونوں مستشرقین کے اعتراضات حقیقت پر مبنی نہیں ہے اور اللہ کریم کی حدود و تعزیرات میں جو حکمتیں ہیں ان سے وہ آگاہ نہیں ہیں۔

References

1 W. Montgomery Watt, Companion to the Qur'an: Based on the Arberry Translation (London: George Allen & Unwin Ltd., 1967), 38.

2 Watt, Companion, 135.
3Watt, Companion, 76.
4 Watt, Islamic Fundamentalism and Modernity, 19.
Bashir Maan, Alastair McInstosh, Interview: William Montgomery Wattnline . Accessed 5 October 10, 2019. http://www. alastairmcintosh.com/articles/2000_watt.htm
6 Robert. "Blogging the Quran." Accessed November 4, 2013. http://www.jihadwatch.org. 104.
7 Spencer, Blogging, 103.
8 Spencer, Blogging, 85.
9Spencer, Blogging, 29.
10Munīr Ahmad Rasoolpuri, "Importance of Pakistan Penal Code in Establishing Peace (Analytical Study)," abhath 3, no.10 (2018): 12
11Prof. Dr. Sulaiman Abd al-Rahman, *Islām main Insānī Haqooq aur in kay Muta'laq phailaye gy Shubhaat kay Jawābāt*, trans. Abū Masood Abd al-Jabbār (Lahore: University of the Punjab, 2011), 220.
12 Abd al-Rahman, *Islām main Insānī Haqooq*, 221.
13 Abd al-Rahman, *Islām main Insānī Haqooq*, 221.
14 Abd al-Rahman al-Jaziri, *Kitab al-Fiqh alā al-Madhahab al-Arbatah* (Beirut: Dār al-Asahā't, n.d), 204.
15Syed Muhammad Mateen Hāshmi, *Islamic Hadood Aor un kā Falsafa* (Lahore: Center for Research Dayal Singh Trust, 1988), 16.
16 Abd al-Rahmān, *Islām main Insānī Haqooq*, 221.
17Abd al-Rahmān, *Islām main Insānī Haqooq*, 226.
18Abd al-Rahmān, *Islām main Insānī Haqooq*, 221.
19Abd al-Rahmān, *Islām main Insānī Haqooq*, 230.
20Abd al-Qadir Ouda, *Al-Tashri al-Jina'i al-Islamī* (Beirut: Dār al-Katab al-Arabī, 2006), 144:1.
21 Maulāna Gauhar Rehmān, Nifaze Shariat Aor Itahād-e-Millat (Mardan: Maktaba Tafheem al-Qur'an, 2000), 56.
22 Hāshmī, *Islamic Hadood*, 24.
23 Abd al-Rahmān, *Islām main Insānī Haqooq*, 233.
24Abd al-Rahmān, *Islām main Insānī Haqooq*, 236.
25 Abd al-Rahmān, *Islām main Insānī Haqooq*, 246.
26Abd al-Rahmān al-Dawood, Islam kay Nizāme Tehzerat (Faisalabad: Tariq Academy, 1979), 249.
27Abū Abdullah Muhammad Ibn 'Alī Muhammad Shibānī, *Al-Seer al-Saghīr* (Beirut: Al-Dār al-Muthidah Lil Nashir, 1975), 38.
28Shibānī, *Al-Seer al-Saghīr*, 41.
29Shibānī, *Al-Seer al-Saghīr*, 42.
30Abd al-Rahmān, *Islām main Insānī Haqooq*, 241.
31Hāshmī, *Islamic Hadood*, 26
32 Justice Tanzil-ur-Rehman, *Juram wa Sazā kā Islāmī Falsafa* (Rawalpindi: Harmat Publications, 1982), 50.
33Tanzil-ur-Rehman, *Juram wa Sazā*, 49
34 Maulāna Gohar Rehmān, *Nafaz Shariat and Ittehād Millat* (Mardan: Maktaba Tafheeh al-Qur'an, 2000), 57.

35 Pir Muhammad Karam Shah al-Azhari, Tafsir Zia al-Qur'an (Lahore: Zia al-Qur'an Publications, 2003), 22.
36 Abd Ar-Rahman bin Abd Al-Kareem Ash-Sheha, Human Rights in Islam,trans. Abu Salman Deya ud-Deen Eberle (Rayadh:I slam Land,2007),119
37Hafiz Faiz Rasool, "Hadood wa Tehzerat Quran wa Sunnat kay Imrani Asoolon kay Tanazar main," Al-Thaqafat al-Islamiyya 35, no. 35 (2016): 79.
38 Dr. Jameel Ahmed Shahzad and Abida Hasan, "Sabiqa Shariye Aor Islam main Hadood ,Qisaas Aor Tehzerat ka Aik Ilmi Jaiza," Al-Irfan, 1 Issue-1 (2016): 18.
39 Naseem Akhter and Shazia Ramzan, "Punishment from Islamic Perspectives," FWU Journal of Social Sciences 9, no.1 (2015), 55
40 Saeed Akhtar and Dr. Ata-Ur-Rahman, "Islamic Concept of Crime and Punishment: A Critical Appraisal of Robert Spencer's Views," Al-Idah 31 (2015):127.
41Hashmi, Islamic Hadood, 12.
42Qutbuddin Ahmad Shah Waliullah Dehlavi. Hajjatullah al-Balaga (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sonsn,d),2:158..
43 Hakeem Mahmood Ahmad Zafar, Paighamber e Islam Aor Bunyadi Insani Haqooq (Lahore: Baitul Uloom, n.d), 13.